توہین رسالت کی سزا موت

(تاریخ۔ مذاہب اور قوانین اقوام کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ)

تحریر: عرفان خالد ڈھلوں، لیکچرار گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور

عالم اسلام کے خلاف مغرب کا رویہ:

عالم اسلام کے خلاف مغرب کے رویہ میں یہ بات نمایاں نظر آتی ہے کہ وہاں ہر اس شخص کی خوب پذیرائی کی جاتی ہے جو اسلام کے بارے میں دریدہ ذہنی کا مظاہرہ کرے۔ اسلامی عقائد و شعائر اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس پر حملے کرے۔ ایسے شخص کو مغرب پناہ دیتا ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف لکھی گئی اس کی تحریروں کو ادب کے عظیم شاہپارے قرار دیا جاتا ہے۔ احتجاج کرنے پر مسلمانوں کو آزادی اظہار رائے اور آزادی تحریر کے دشمن گردانا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف عالمی ذرائع ابلاغ سے پراپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ وہ تنقید برداشت نہیں کر سکتے۔ اپنے دین اور پیغمبر ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ میں مسلمانوں کے احتجاج اور ردعمل کو عالم مغرب فکر و سوچ کے لیے ایک خوف سمجھتا ہے۔ اور اس کے نزدیک مسلمانوں کے اس احتجاج سے مغرب کے دانشوروں کے افکار کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

مثلاً ملعون سلمان رشدی جو ایک ہندوستانی خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور برطانوی شہریت کا حامل ہے۔ اس نے اپنی کتاب شیطانی آیات لکھی۔ جس میں حضرت ابراھیمؑ اور حضرت محمد ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات پر رکیک حملے کیے گئے ہیں اور گستاخانہ انداز تحریر اختیار کیا گیا ہے۔ جب عالم اسلام نے سلمان رشدی کی اس گستاخی پر عالمی سطح پر احتجاج کیا تو لندن میں مصنفین پبلیشرز اور انسانی حقوق کے نمائندوں نے سلمان رشدی کے دفاع میں ایک بین الاقوامی کمیٹی تشکیل دی۔

۲۲/فروری ۱۹۸۹ء کے انڈی پنڈنٹ میں اس کمیٹی کے ترجمان کا بیان شائع ہوا جس میں کہا گیا کہ وہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے درخواست کریں گے کہ سلمان رشدی اور اس کتاب کے پبلیشر کے تحفظ کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

یہودی جریدہ ٹائم نے اپنی ۱۳ رفروری ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں شیطانی آیات نامی کتاب کے خلاف مسلمانوں کے احتجاج کو مسترد کرتے ہوئے لکھا کہ اس ناول میں کوئی بات بھی قابل اعتراض یا ضرررساں نہیں ہے۔ برطانیہ کے وزیر خارجہ ڈگلس ہرڈ نے کہا کہ انہوں نے خود یہ کتاب پڑھی ہے اور کافی دلچسپ ہے۔(۵۸۷) سلمان رشدی کو پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین کرنے پر مغرب اور امریکہ سے اتنی شاباش ملی کہ برطانیہ اور امریکہ کے حکمرانوں نے اپنے درباروں میں اسے خصوصی ملاقات کا اعزاز بخشا۔ ایران کے امام خمینی کی طرف سے سلمان رشدی کے خلاف سزائے موت کا فتویٰ جاری ہونے کے بعد وہ اپنی زندگی کی بھیک عالم مغرب سے مانگتا پھر رہا تھا۔ اس سلسلے میں وہ وائٹ ہاؤس میں امریکی وزیر خارجہ کرسٹوف سے ملاقات کا منتظر تھا کہ صدر کلنٹن نے ازخود اس سے ملاقات کی اور امام خمینی کے فتویٰ کے خلاف رشدی کی درخواست کو بڑے غور سے سنا (۵۸۸)۔ برطانیہ کے اس وقت کے وزیراعظم جان میجر نے بھی رشدی ملعون کو ملاقات کے لیے وقت دیا۔ جرمنی کے وزیر خارجہ کنکل نے رشدی سے بون میں ملاقات کی اور اسے جرمنی کی طرف سے حمایت اور امداد کا یقین دلایا۔ اس سے ملاقات کے بعد جرمن پارلیمنٹ بندس ٹاگ میں انسانی حقوق پر تقریر کرتے ہوئے کنکل نے مطالبہ کیا کہ رشدی کے خلاف قتل کا فتویٰ واپس لیا جائے۔(۵۸۹)

امریکہ کے میسی چوسس یونیورسٹی نے سلمان رشدی کو اس کی خدمات کے اعتراف میں اعزازی پروفیسر کی ڈگری عطا کی (۵۹۰ سلمان رشدی شاٹنک ورسز لکھنے سے قبل بھی مصنف تھا لیکن مغرب والوں کو اس کی صلاحیتوں کا علم اس کتاب کے لکھنے پر ہوا۔ جس پر مغرب کے دانشوروں نے اسے مصنفین کی بین الاقوامی پارلیمنٹ (International Writer Parliament) کا پہلا صدر چنا۔ (۵۹۱)

یورپی ممالک برطانیہ، جرمنی اور امریکہ وغیرہ سلمان رشدی کی حفاظت پر لاکھوں ڈالر خرچ کررہے ہیں اور اس کے تحفظ میں غیر معمولی دلچسپی لے رہے ہیں۔ کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دوسرے مذہب کی توہین پر خوش ہوں اور ایسا کرنے والے گستاخ کے محافظ بن جائیں۔ برطانیہ اپنے ایک شہری کے تحفظ کے لیے تو اقدامات کرتا ہے لیکن اسے برطانوی مسلمان شہریوں کے مذہبی جذبات مجروح ہونے کی کوئی فکر نہیں۔ ایک شخص کے حق اظہار رائے کو تمام قانونی اور حکومتی تحفظات دیئے جاتے ہیں لیکن اس حق کے غلط استعمال سے معاشرے میں پیدا ہونے والے

نقص امن عامہ کی اہل مغرب کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔آخر مغربی حکومتوں کو سلمان رشدی سے اتنی غیر معمولی دلچسپی کیوں ہے۔اس کا ایک جواب پیرس سے شائع ہونے والے فرانسیسی رسالے پیرانج کے حوالے سے روزنامہ نوائے وقت کی ۱۳رجنوری ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں شائع ہونے والی ایک خبر میں ملتا ہے۔ پیرانج نے انکشاف کیا کہ سلمان رشدی برطانیہ کا جاسوس ہے اس نے اپنی کتاب شیطانی آیات برطانوی جاسوسی ادارے کے حکم پر لکھی۔ رسالہ مزید لکھتا ہے کہ برطانیہ رشدی کی حفاظت پر سالانہ تیس لاکھ فرانک خرچ کرتا ہے۔ رسالے نے سوال اٹھایا ہے کہ انگریز قوم بڑی کنجوس ہے۔ جہاں اسے فائدہ نہ ہو وہ ایک فرانک بھی خرچ نہیں کرتی۔اس لئے اگر رشدی برطانیہ کے مفادات کی خدمت نہیں کرتا تو پھر اس پر اتنی رقم خرچ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اسی طرح بنگلہ دیش کی ایک عورت تسلیمہ نسرین نے اپنے ناول لجا میں اسلام کا مذاق اڑایا تھا۔لندن کے میگزین امپیکٹ (Impact) کی رپورٹ کے مطابق تسلیمہ نسرین بنگلہ دیش میں آزاد جنسی تعلقات کی مبلغہ تھی۔ بنگلہ دیش کے عوام کے زبردست احتجاج اور مظاہروں کے نتیجے میں وہ ملک سے فرار ہوگئی۔ آخری معلومات کے مطابق وہ ان دنوں سویڈن میں ہے۔(۵۹۲) یورپی ممالک کی تنظیم یورپین یونین کے ترجمان نے تسلیمہ کو پیش کش کی تھی کہ وہ یورپین یونین سے تعلق رکھنے والے کسی بھی ملک میں آنا چاہے تو اس کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ یورپین یونین نے مطالبہ کیا تھا کہ تسلیمہ نسرین کو موت کی دھمکی سے تحفظ دلایا جائے۔(۵۹۳) ریڈیو ماسکو نے اس عورت کو ایک بہادر مصنفہ قرار دیا۔(۵۹۴) دین اسلام کا مذاق اڑانے اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے والی تسلیمہ نسرین کو فرانس میں ''Edict of Nents Prize'' نامی ایوارڈ دیا۔جس کی مالیت ۱۰۰,۰۰۰ فرانک یعنی بیس ہزار امریکی ڈالر تھی۔(۵۹۵) سویڈن میں اسے ۳۴,۰۰۰ مارک (تقریباً انیس ہزار ڈالر) کا خصوصی ادبی انعام دیا گیا۔(۵۹۶) اس کے علاوہ تسلیمہ نسرین کو اس کے ناول ''لجا'' (شرم) پر سویڈن کی حکومت نے چار ہزار ڈالر مالیت کا ایک خصوصی ایوارڈ دیا گیا۔ (۵۹۷) یورپی پارلیمنٹ کی طرف سے تسلیمہ کو پندرہ ہزار ڈالر مالیت کا زخاروف ایوارڈ دیا گیا۔ (۵۹۸) اس سے قبل یہ ایوارڈ جنوبی افریقہ کے نیلسن منڈیلا اور نوبل انعام یافتہ برمی خاتون سیاستدان آنگ سوچی کو دیا گیا ہے۔ یورپی پارلیمنٹ نے تسلیمہ نسرین کو یہ ایوارڈ اسلامی معاشرے میں بنیاد پرستی کے خلاف جدوجہد پر دیا تھا۔

سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کے ساتھ مغرب کی فیاضانہ مہربانی جیسی مثالیں عالم اسلام کے بارے میں مغرب کی سوچ اور رویہ ظاہر کرتی ہیں کہ عالم مغرب نے اسلام اور عالم اسلام کے خلاف کیا کیا منصوبہ بندی کر رکھی ہے۔ اور اس پر وہ کس طرح عمل پیرا ہے۔ اسلام اور عالم اسلام کے ساتھ عالم مغرب کے اس افسوس ناک رویہ کے برعکس عالم اسلام نے کبھی بھی مسیحیوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مغرب جیسا طرزِ عمل نہیں اپنایا۔ مسیحیوں یا حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کے مرتکب کو عالم اسلام نے کبھی اپنے ہاں پناہ نہیں دی۔ اسے خصوصی انعام اور ادبی ایوارڈ نہیں دیئے۔ اسے فکر و خیالات کا ہیرو نہیں بنایا۔ اور نہ مسلمان ایسا کر سکتے ہیں۔ مسلمان تو یہودیوں کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مسیحیوں کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا پیغمبر سمجھتے ہیں اور یہودیوں اور مسیحیوں سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبرانہ قدر و منزلت دیتے ہیں۔ مسلمان تو اللہ کے ان تمام پیغمبروں میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

اس کے برعکس اسلام، حضرت محمد ﷺ اور قرآن مجید کے گستاخ مغرب کے معزز مہمان بنتے ہیں حالانکہ ان کے میزبانوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جو شخص اپنے مذہب کی توہین کرنے سے باز نہیں آیا اسے کسی دوسرے کے مذہب کی گستاخی کرنے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوگی۔

مغرب جہاں گستاخانِ اسلام اور گستاخانِ رسول ﷺ کی پناہ گاہ ہے وہیں مغرب ہی میں بڑے منظم انداز سے اسلامی شعائر کا مذاق اڑانے کے مختلف انداز اختیار کیے جاتے ہیں۔ مثلاً فرانس میں ایک مرتبہ قرآنی آیات والی پتلونیں فروخت کے لیے مارکیٹ میں سپلائی کر دی گئیں۔ اس بات کا انکشاف ۲۰ / اکتوبر ۱۹۸۶ء میں کراچی ائیر پورٹ پر پیرس جانے والی فرانسیسی عورت نے اس وقت کیا جب کسٹم حکام نے اسے ایسی ہی پتلون پہنے دیکھ کر روک لیا اور اسے پتلون تبدیل کرنے کو کہا جس پر اس عورت نے معذرت کرتے ہوئے پتلون تبدیل کر لی اور بتایا کہ پیرس میں ایسی پتلونوں کی فروخت عام ہے۔ (۵۹۹) پیرس کے ایک میگزین الیگنس کی دسمبر ۱۹۹۱ء کی اشاعت میں ایک ماڈل لڑکی کی تصویر شائع ہوئی جس نے ایسا لباس زیب تن کر رکھا تھا جس پر اللہ اور لا الٰہ الا اللہ لکھا تھا۔ (۶۰۰) برطانیہ کے شہر لیسٹر میں ایک دوکان پر ایسے جوتے برائے فروخت موجود تھے جن پر کلمہ طیبہ لکھا تھا۔ بی بی سی کے مطابق یہ جوتے اٹلی کی ایک فرم سے منگوائے گئے تھے۔ (۶۰۱)

مشہور امریکی یہودی میگزین ٹائم کی جولائی ۱۹۹۵ء کی اشاعت میں ایک ماڈل گرل کی

تصویر شائع ہوئی جس نے ایسا لباس پہن رکھا تھا جس پر قرآن مجید کی آیات کڑھی ہوئی تھیں۔(۶۰۳)

اس طرح مسلمانوں کو دنیا بھر میں بنیاد پرست اور دہشت گرد امن عالم کا دشمن ثابت کرنا دوسرے اسلامی ممالک میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے فحاشی وعریانی کو فروغ دیکر مسلمانانِ عالم کے ایمانی، روحانی اور جہادی جذبات کو کمزور کرنا بھی مغرب نے اپنا مطمۂ نظر قرار دے رکھا ہے۔ جس پر بڑے منظم انداز میں عمل کیا جا رہا ہے۔ یہاں اگر تفصیل کی گنجائش ہوتی تو ہم مغرب کے مکروہ عزائم کا پردہ چاک کرتے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیئے حوالہ نمبر ۶۰۳ تا ۶۱۲)

پاکستان میں قانون توہین رسالت :

قیام پاکستان سے قبل موجودہ پاکستان اور بھارت کے علاقے انڈیا کہلاتے تھے۔ انڈیا پر انگریز راج تھا۔ انڈین پینل کوڈ یعنی ضابطۂ تعزیرات کو ایکٹ ایکس ایل وی کو (Act XLV 1860) کے ذریعے نافذ کیا گیا تھا۔ اس ایکٹ کو پہلے انڈین لاء کمشن نے تیار کیا تھا۔ اس کمشن نے لارڈ میکاولی (Lord Macauly) کی سربراہی میں کام کیا۔ اس کے دیگر دو ممبران میکلوڈ اینڈرسن (Mc;eod Enderson) اور ملٹ (Millet) تھے۔(۶۱۳)

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بننے کے بعد انڈین پینل کوڈ ۱۸۶۰ء کو ہی (The Adaption of Central Acts and Ordinances Order 1949) کے تحت پاکستان کے ضابطہ تعزیرات کے طور پر اختیار کر لیا گیا۔ اس کوڈ کا باب (XV) مذہب سے متعلق جرائم (Offences relating to religion) کے بارے میں ہے۔ اس باب کی دفعہ ۲۹۵ کے تحت ایسے شخص کو زیادہ سے زیادہ دو سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی جو کسی عبادت گاہ یا افراد کے کسی گروہ کی طرف سے مقدس قرار دی گئی کسی چیز کو اس ارادے کے ساتھ تباہ کرتا ہے یا نقصان پہنچاتا ہے یا اس کی بے حرمتی کرتا ہے کہ اس سے افراد کے کسی گروہ کے مذہب کی توہین ہو یا وہ اس علم کے ساتھ ایسا کرتا ہے کہ افراد کا کوئی گروہ اسے اپنے مذہب کی توہین سمجھے گا۔

پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵ کے الفاظ یہ ہیں:

Sec. 295

Whoever destroys, damages or defiles any place of worship, or any object held saered by any class of persons with the

intention of thereby insulting the religion of any class of persons or with the Knowledge that any class of persons is likely to consider such destruction, demage or defilement as an insult to their religion, shall be punished with impreisonment of either description for a term which may extend to two years, or with fine, or with both.(614).

۱۹۲۷ء میں:

The criminal Law Amandment Act XXV of 1927, 1927 کے تحت انڈین پینل کوڈ ۱۸۶۰ء میں ایک نئی دفعہ ۲۹۵۔اے کا اضافہ کیا گیا۔ جس میں یہ کہا گیا کہ اگر کوئی شخص دیدہ دانستہ اور بغض پر مبنی ارادہ کے تحت تحریر تقریر یا کسی کھلے فعل سے کسی طبقہ افراد کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لیے اس طبقہ افراد کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کرے یا توہین کرنے کی کوشش کرے تو اسے دو سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

پاکستان کے ضابطہ تعزیرات میں دفعہ ۲۹۵۔اے کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

Sec. 295-A:

"Whoever, with deliberate and malicious intention of outraging the religious feelings of an class of the citizens of Pakistan, by words either spoken or written, or by visible representations insults or attempts to insult the religion or the religious beliefs of that class, shall be punished with impreisonment of either description for a term which may extend to two years, or with fine, or with both (615).

انڈین پینل کوڈ میں دفعہ ۲۹۵-اے کے اضافہ کا سبب ایک مشہور اور بدنام زمانہ مقدمہ رنگیلا رسول کیس تھا جس کا فیصلہ لاہور ہائی کورٹ میں ہوا تھا۔

''رنگیلا رسول'' نامی کتاب کو ۱۹۲۴ء میں ہسپتال روڈ لاہور کے ایک ہندو راجپال نے شائع کیا تھا۔ ہسپتال روڈ پر انارکلی بازار میں پان گلی کے قریب راجپال اینڈ سنز کے نام سے اس کی کتابوں کی دوکان تھی۔ اس کتاب کے شائع ہونے پر انڈیا کے مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا۔

مسلمانوں نے مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں راجپال کے خلاف فوجداری مقدمہ دائر

کیا۔ انگریز مجسٹریٹ درجہ اول مسٹر سی۔ ایچ۔ ڈزنی نے ۱۹۲۴ء میں راجپال کو چھ ماہ قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا سنائی۔

راجپال نے اس فیصلہ کے خلاف سیشن کورٹ میں اپیل کی۔ کرنل ایف بی نکولس نے مجسٹریٹ درجہ اول کی طرف سے راجپال کو دی جانے والی سزا میں تخفیف کر دی۔ اس کے بعد راجپال نے سیشن کورٹ کے فیصلے کے خلاف نگرانی کی درخواست دائر کر دی۔ جہاں جج کنور دلیپ سنگھ نے راجپال کو بری کر دیا اور جج نے اپنے فیصلے میں لکھا۔

... that section 153-A was not meant to stop polemics against a deceased religious leader however scurrilious and in bad taste such attack may b3 (616)

دفعہ ۱۵۳-اے کا مقصد فوت شدہ مذہبی رہنما کے خلاف تنازعات کو روکنا نہیں ہے۔ خواہ ایسے رہنما پر کتنا ہی فحش اور برا حملہ کیا گیا۔ جسٹس دلیپ سنگھ نے یہ بھی لکھا کہ اس دفعہ کا مقصد مخصوص طبقہ سے تعلق رکھنے والے کسی فرد کا تحفظ ہے۔ کسی فوت شدہ لیڈر کو توہین سے تحفظ دلانے کے لیے یہ دفعہ نہیں بنائی گئی۔ لہٰذا دلیپ سنگھ نے یہ فیصلہ دے کر راجپال کو بری کر دیا کہ کتاب ''رنگیلا رسول'' کی عبارتیں کیسی ہی ناخوشگوار کیوں نہ ہوں بہرحال وہ کسی قانون کی خلاف ورزی نہیں کر رہیں۔

انڈین پینل کوڈ آف ۱۸۶۰ء کی دفعہ ۱۵۳-اے میں مذہب، نسل، جائے پیدائش، زبان، ذات، جماعت یا کسی اور بنیاد پر مختلف مذاہب، نسل، زبان یا علاقہ کے گروہوں یا ذاتوں یا جماعت کے درمیان دشمنی نفرت یا بدخواہی کو فروغ دینا یا فروغ دینے کا اقدام کرنا اور ایسے فعل کا ارتکاب کرنا یا دوسروں کو ایسے فعل کے ارتکاب پر اکسانا جو مختلف مذاہب یا نسل کے لوگوں یا مختلف زبانیں بولنے والوں کے درمیان ہم آہنگی برقرار رکھنے کے منافی ہو یا جو امن عامہ میں خلل ڈالے یا خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو کو جرم قرار دیا گیا۔

قبل از تقسیم دفعہ ۱۵۳-اے میں درج اقدامات کو مذہب پر حملہ تصور کیا جاتا تھا۔

لاہور ہائی کورٹ کے ڈویژن بینچ کے صدر جسٹس براڈوے تھے۔ اس بینچ نے کنور دلیپ سنگھ کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا کہ دفعہ ۱۵۳-اے ایسے لٹریچر پر حاوی ہے جو فرقہ وارانہ فساد پھیلائے یا مذہبی دلآزاری کا باعث بنے۔ (۶۱۷)

''رنگیلا رسول'' کیس کے بعد ایک اور مقدمہ ''رسالہ ورتمان کیس'' (Resala-i-Virtman case) مشہور ہوا۔ اس کا فیصلہ بھی ۱۹۲۷ء میں ہوا۔ اس مقدمہ (Devi Sharn shasma v.king Emperor) میں عدالت نے ''رنگیلا رسول'' کیس میں جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلے کے برعکس دفعہ ۱۵۳۔اے کے بارے میں قرار دیا۔

... that a scurrilious, vituperative and foul attack on a religion or on its founder would come within the perview of section 153-A (617)

کسی مذہب یا اس کے بانی سے فحش کلامی سب وشتم اور گھناؤنہ حملہ دفعہ ۱۵۳۔اے کی زد میں آئے گا۔ اسی زمانہ میں ایک اور کتاب لکھی گئی جس کا نام ''وچترا جیوان'' (Vichitra Jiwan) تھا اس میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس میں ہندو مصنف نے سخت توہین آمیز انداز تحریر اختیار کیا تھا۔

یہ مقدمہ (Kali charan Sharma v.King Emperor) ہائی کورٹ میں پیش ہوا اور اس کتاب کے مندرجات کے بارے میں عدالت نے لکھا۔

... that the book entitled Vichitra Jiwan depicting the life of the prophet Mohammad promoted feelings of enmity between Hindu and Muhammadans. (619)

''وچترا جیوان'' نامی کتاب میں پیغمبر محمد ﷺ کی زندگی کی جو تصویر کشی کی گئی ہے اس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان دشمنی کو ہوا ملی ہے۔

اس مقدمہ کالی چرن شرما کے فیصلہ میں جسٹس دلال (Dalal) نے لکھا کہ میں اس معاملہ کو ہائی کورٹ کے ایک فاضل جج کے طور پر نہیں بلکہ انڈیا کے کسی قصبہ میں رہنے والے عام آدمی کے طور پر لوں گا۔ میں خود کو اس مسلمان کے مقام پر رکھوں گا جو اپنے پیغمبر کی عزت کرتا ہے اور پھر میں دیکھوں گا کہ اس ہندو مصنف کے بارے میں میرے کیا جذبات ہیں جو پیغمبر کا تمسخر اڑاتا ہے۔ اس سطح پر ایک عام آدمی کی مانند میں مصنف سے نفرت کی بنا پر اس طبقے سے بھی نفرت کروں گا جس سے یہ مصنف تعلق رکھتا ہے۔ (۶۲۰)

۱۹۲۷ء میں قائم کی جانے والی ایک کمیٹی (The Select Committee) جس کی

رپورٹ گزٹ آف انڈیا (Gazette of India, dated 17th September 1927, part v. p. 251) میں شائع ہوئی، نے اپنی رپورٹ میں نئی دفعہ ۲۹۵۔اے کے بارے میں لکھا کہ یہ ضروری نہیں کہ بانی مذہب کی توہین مذہب کی توہین ہو، اگرچہ بانی مذہب کی توہین سے اس مذہب کے پیروکاروں کے مذہبی جذبات مجروح ہوئے ہوں۔ کمیٹی نے رائے دی کہ نئی دفعہ کا اطلاق صرف ان معاملات میں ہوگا جہاں دانستہ طور پر مذہب کی توہین کی گئی ہوتا کہ اس کے پیروکاروں کے مذہبی جذبات مجروح ہوں۔ رپورٹ کے الفاظ ہیں:

It has in one instance been held that an insult to the founder of a religion is not necessarily an insult to the religion although in may outrage the religious feelings of the followers of that religion, We have therefore provided that the new section shall only apply to cases where a religion is insulted with the deliberate intention of outraging the religious feelings of its followers. (621)

سلیکٹ کمیٹی کی مندرجہ بالا رپورٹ نے یہ واضح کر دیا کہ انڈین پینل کوڈ میں شامل کی جانے والی نئی دفعہ ۲۹۵۔اے کا اطلاق صرف اس صورت میں ہوگا جب کسی مذہب کے پیروکاروں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لیے دانستہ طور پر اس مذہب کی توہین کی جائے۔ یہ نئی دفعہ مذہب کے بانی کو کوئی قانونی تحفظ فراہم نہیں کرتی اور نہ ہی کسی مذہب کے بانی قائد کی توہین کو جرم قرار دیتی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ ''رنگیلا رسول'' نامی کتاب جس میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتِ مطہرہ اقدس کے بارے میں نہایت قابل اعتراض مواد تحریر تھا۔ اس کی اشاعت کرنے پر راجپال کو توہین مذہب کا مجرم نہ گردانتے ہوئے بری کر دیا گیا۔ راجپال کی بریت کا فیصلہ انگریزی عدالت کے ہندو اور عیسائی ججوں کی طرف سے تو کر دیا گیا لیکن انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور نے راجپال کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ (۶۲۲)

۲۴/اکتوبر ۱۹۲۷ء کو صبح کے وقت راجپال اپنی دکان پر تھا کہ لاہور کے ایک شخص خدا بخش اکو جہانے تیز دھار چاقوں سے اس پر حملہ کر دیا۔ اسے چار زخم آئے لیکن وہ مرنے سے بچ رہا۔

۹/اکتوبر ۱۹۲۷ء کو عبدالعزیز نامی ایک مسلمان نے راجپال کی دکان پر بیٹھے ستیانند نامی

شخص کو راجپال سمجھ کر اس پر حملہ کیا۔ ستیانند اسلام کے خلاف گفتگو کر رہا تھا۔ عبدالعزیز نے اسے توہین اسلام سے منع کیا۔ اس کے باز نہ آنے پر عبدالعزیز نے اس پر حملہ کر دیا جس سے ستیانند زخمی ہو گیا۔

ایک روز راجپال کار میں سوار ہو کر اپنے دفتر آیا۔ لاہور کے علم دین نے چھری سے اس پر حملہ کر دیا۔ وار اتنا تھا کہ راجپال کے منہ سے صرف ہائے کی آواز نکلی اور وہ واصل جہنم ہوا۔ علم دین کو لوگوں نے پکڑ لیا۔ ۲۲رمئی ۱۹۲۹ء کو اس کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ ۱۷رجولائی ۱۹۲۹ء کو لاہور ہائی کورٹ نے سزائے موت کی توثیق کی اور ۳۱راکتوبر ۱۹۲۹ء کو میانوالی جیل میں علم دین کو پھانسی دے دی گئی۔ (۶۲۳) یہ علم دین آج غازی علم دین شہید کے نام سے مشہور اور میانی قبرستان لاہور میں محو استراحت (مدفون) ہیں۔ اس عاشق رسول ﷺ کا نام قیامت تک زندہ رہے گا۔

لہٰذا قبل از تقسیم ہند کے قانون میں صرف مذہب کی توہین کو جرم قرار دیا گیا تھا اور وہ بھی اس صورت میں جب یہ اقدام دانستہ اور معاندانہ نیت سے کسی مذہب کے افراد کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لیے کیا گیا ہو۔ اس وقت کا قانون مذہب کے بانی کو توہین آمیز اقدامات کے خلاف کوئی قانونی تحفظ فراہم نہیں کرتا۔

۱۹۴۱ء میں اودھ کی ہائی کورٹ میں شبشر ما (Shib Sharma v. Eperor) نامی مقدمہ کا فیصلہ کیا گیا۔ ہندو مصنف نے پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں ایک کتاب لکھی اس میں پیغمبر ﷺ کے متعلق جو کچھ لکھا اس کے اقتباسات مسلمانوں کی مذہبی کتب سے لئے گئے تھے لیکن ان اقتباسات کو سیاق و سباق سے ہٹا کر اس انداز سے پیش کیا گیا جس سے نبی اکرم ﷺ کی توہین ہوتی تھی۔ اس مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے اودھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس تھامس نے لکھا:

Section 153-A applied where author collects a number of passages from Muslim books which any be perfectly right and harmless in their proper setting, but which, when disconnected or detached, seen scurrilous, indecent and highly objectionable (624)

دفعہ ۱۵۳۔اے کا اطلاق وہاں ہوتا ہے جہاں مصنف مسلمانوں کی کتابوں سے ایسی بہت سی عبارتوں کے ٹکڑے لیتا ہے جو اپنی مناسب جگہوں میں مکمل طور پر درست اور بے ضرر ہوں

لیکن جب عبارتوں کے ان ٹکڑوں کو وہاں سے علیحدہ کیا جائے تو وہ گالی گلوچ نامناسب اور انتہائی قابل اعتراض نظر آئیں۔

۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بننے کے بعد انڈین پینل کوڈ ۱۸۶۰ء کو ہی پاکستان پینل کوڈ کے طور پر اختیار کر لیا گیا تھا۔ لہٰذا پاکستان بننے کے بعد بھی توہین مذہب کا قانون کافی عرصہ تک پہلے والا ہی رہا۔ یعنی مذہب کی توہین پر محض دو سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں نافذ تھیں۔ فوت شدہ مذہبی بانی اور لیڈر کی توہین پر کوئی سزا نافذ نہ تھی۔ مذہب اور پیغمبر کے خلاف لکھا جانے والا مواد ضبط کر لینے کا حکم تھا۔

توہین مذہب و رسالت کے متعلق پاکستان کے قانون میں کیا کیا ارتقائی مراحل طے ہوئے ذیل میں اس کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کی عدالتوں کے مشہور فیصلوں کی روشنی میں پاکستان کے قانون توہین مذہب و رسالت کے منشا و مزاج کی وضاحت کی جائے گی۔ عدالتی فیصلے قانون کو سمجھنے کے لیے نہایت اہم ہوتے ہیں۔ پاکستان میں انگریزی نظام قانون ہے جس میں ججوں کے فیصلوں کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ یہ فیصلے قانون کی تشریح کرتے ہیں۔ انگریزی قانون میں ججوں کو قانون کے پادری کہا گیا ہے۔ The Judiciary are the priests of the law (625)

اور عدالتی نظائر کو عدالتی نظام کی زندگی کے لیے خون (Life blood of legal system) قرار دیا گیا ہے۔(۶۲۶)

عدالتوں کے جج نہ صرف قانون کی تشریح کرتے ہیں بلکہ بقول بینتھم (Bentham) وہ قانون بھی بناتے ہیں۔

It is the judges who make the common law (627)

چند مشہور عدالتی فیصلوں کی تلخیص

تلخیص فیصلہ...... لاہور ہائی کورٹ

PLD 1954 Lah 724.)

In the mather of the book (Jesus in Heaven on Earth and in the matter of the petition of the working Muslim Mission and literary Trust, lalore and of the civil and Military Gazette limited Lahore- Petitioner Versus the crown Respondent.

یہ مقدمہ چیف جسٹس کیانی جسٹس شبیر احمد اور جسٹس ایم اے صوفی پر مشتمل بینچ کے سامنے پیش ہوا۔ اس کا فیصلہ چیف جسٹس کیانی نے لکھا۔

خواجہ نذیر احمد ایڈووکیٹ جو احمدیہ لاہور شاخ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے ہائی کورٹ میں درخواست دی کہ حکومت پاکستان کی جانب سے اس کی کتاب (Jesus in Heaven on Earth) پر پابندی لگا دی گئی ہے اور اسے ضبط کر لیا گیا ہے۔ ضبطی کے اس حکم کو ختم کیا جائے۔ یہ کتاب ۱۹۵۲ء میں دی ورکنگ مسلم اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور نے شائع کی جسے حکومت پاکستان نے اپریل ۱۹۵۳ء میں اس بنیاد پر ضبط کر لیا کہ اس کتاب کا مواد پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵۔اے کے تحت قابل سزا ہے اور یہ کتاب پاکستانی عوام کے ایک گروہ کے مذہبی عقائد کی توہین کرتی ہے۔

جون ۱۹۵۳ء میں قانون ساز اسمبلی کے دو مسیحی ممبران مسٹر گبن (C.G. Giggen) اور مسز سنگھا (Mrs. S.P. Singha) نے اس مقدمہ میں فریق بننے کی درخواست دی۔ مسٹر گبن جو پاکستان جوائنٹ کرسچین بورڈ کے صدر ہیں، نے کہا کہ کتاب متذکرہ نے مسیحیوں کے جذبات کو مشتعل کیا ہے۔ ان کے مذہبی جذبات کی توہین کی ہے۔ فاضل عدالت نے فریقین کے دلائل سننے کے بعد یوں فیصلہ دیا۔

''کسی فرقہ کی دیانت دارانہ تبلیغ انسانیت کی سلامتی کی طرف لے کر جاتی ہے۔ ہمیں کسی جگہ حد بندی ضروری کرنا ہوگی۔ جہاں بحث وتنازعہ ختم ہو کر بغض وعناد شروع ہو جائے وہیں حد ہوگی۔ اس عدالت کا کوئی جج اس بات کو برداشت نہیں کرے گا کہ ملکی قانون کی اس طرح سے تشریح کی

جائے کہ ریاست کی غیر مسلم اور دوسری اقلیتوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے بلکہ انہیں ریاست کے قانون میں سکون و آرام ملنا چاہیے۔

مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ دفعہ ۱۵۳۔اے اس کیس پر لاگو ہوتی ہے لیکن دفعہ ۲۹۵۔اے کے بارے میں میں پر یقین نہیں ہوں۔ اگر چہ اس کتاب میں مذہبی عقائد کی توہین کی گئی ہے لیکن یہ فرض کرنا آسان نہیں ہے کہ مصنف نے دانستہ اور معاندانہ نیت سے ایسا کیا ہے۔ جس طرح ایک ہندو کی طرف سے ''رنگیلا رسول'' لکھنے پر مسلمان تمام ہندوؤں کے خلاف ہو گئے تھے۔ اس طرح ہر مسیحی ایک انسان ہوتے ہوئے تمام مسلمان آبادی سے بدظن ہو جائے گا۔ لہٰذا میں ضبطی کے حکم کو ختم کرنے کی یہ درخواست مسترد کرتا ہوں۔ (۶۲۸)

واضح رہے کہ یہ فیصلہ اس وقت کیا گیا تھا جب ابھی قادیانی اور احمدی غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیے گئے تھے)

(تلخیص) عدالتی فیصلہ لاہور ہائی کورٹ:

PLD 1960 W.P) Lahore 629

The Punjab Religious Book) (Society Lahore - Petitioner Versus the State Respondent)

یہ مقدمہ چیف جسٹس ایم آر کیانی، جسٹس شبیر احمد اور جسٹس بدیع الزماں کیکاؤس پر مشتمل فل بینچ کے سامنے پیش ہوا۔ اس کا فیصلہ ۱۹۶۰/۳/۱۴ کو ہوا۔ فیصلہ جسٹس شبیر احمد نے لکھا:

حکومت مغربی پاکستان کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے جاری کردہ ایک حکم نامہ ۱۹۵۹/۴/۲۷ کو پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور کے جنرل منیجر کو موصول ہوا۔ جس کے مطابق اس سوسائٹی کی جانب سے شائع ہونے والی کتاب ''میزان الحق'' کی تمام کاپیوں بشمول اردو ترجمہ والی کاپیوں کو ضبط کر لیا گیا کیونکہ اس کتاب میں پاکستانی مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی توہین کی گئی تھی جو کہ پاکستان پینل کوڈ ۱۸۶۰ء کی دفعہ ۲۹۵۔اے کے تحت قابل سزا ہے۔

۲۲رجون ۱۹۵۹ء کو پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور کے جنرل منیجر کی جانب سے ہوم ڈیپارٹمنٹ کے مذکورہ بالا حکم کو ختم کرنے کی درخواست دائر کی گئی۔ درخواست میں یہ کہا گیا کہ متذکرہ کتاب میزان الحق ایک جرمن مشنری (Rev.C.G.Fander) کی ایک سو سال قبل

لکھی گئی کتاب کا ترجمہ ہے یہ کتاب پہلے جرمن زبان میں شائع ہوئی۔ بعد میں انگریزی، ترکی، عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہوئے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ سب سے پہلے ۱۸۶۲ء میں برطانیہ میں شائع ہوا۔ اس سوسائٹی کی جانب سے کتاب کا اردو ترجمہ ۱۸۹۱ء میں شائع ہوا۔ اور عوام میں اس کی فروخت جاری رہی۔ چوتھا ایڈیشن ۱۹۴۶ء میں اور پانچواں ایڈیشن ۱۹۵۳ء میں سوسائٹی کی جانب سے شائع ہوا۔

یہ کتاب جس کی ضبطی کے احکام حکومت مغربی پاکستان نے جاری کیے اس کا موضوع اسلام اور مسیحیت کے درمیان موازنہ کرنا ہے اور مصنف جو کہ خود مسیحی ہے اور جیسا کہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اس کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ مسیحیت سچا مذہب ہے اور اسلام سچا مذہب نہیں ہے۔ مصنف اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ اس کا مقصد مسیحیت کو اسلام سے برتر ثابت کرنا ہے لیکن اس نے مذکورہ کتاب میں ایک سے زیادہ مواقع پر یہ کہا ہے کہ اس کا مقصد مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنا نہیں ہے۔

ہوم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے جاری کردہ ضبطی کا حکم یہ نہیں بتاتا کہ یہ کتاب دانستہ طور پر اور معاندانہ نیت سے لکھی گئی ہے تاکہ پاکستان کے مسلمانوں کے مذہبی عقائد اور اسلام کی توہین ہو بلکہ اس حکم میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ متذکرہ کتاب ایسے مواد پر مشتمل ہے جو پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵۔اے کے تحت قابل سزا ہے۔ صوبائی حکومت کے فاضل وکیل کی جانب سے عدالت میں کتاب مذکورہ کے قابل اعتراض حصے پڑھے گئے۔ بینچ کی طرف سے یہ واضح کیا گیا کہ اگرچہ ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مکمل طور پر بے ضرر ہیں لیکن ان میں سے اکثر عبارتیں دفعہ ۲۹۵۔اے کی زد میں نہیں آتیں۔

درخواست گزار کے فاضل وکیل مسٹر جرمی (Mr. Jermy) نے موقف اختیار کیا کہ کتاب میزان الحق گزشتہ ایک صدی سے بازار میں فروخت ہو رہی ہے لیکن ماضی میں اس کے خلاف کوئی حکم جاری نہیں کیا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب میں کوئی قابل اعتراض مواد نہیں ہے۔ اس دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے سے قبل اس طرح کے معاملات کو طے کرنے کے حقیقی اختیارات ان لوگوں کے ہاتھ میں تھے جن کی اکثریت غیر مسلم تھی۔

پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵۔اے میں مقننہ نے ''ارادہ'' (Intention) کو دانستہ

(Deliberaterly) اور ''معاندانہ'' کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ اگر نیت کا دانستہ اور معاندانہ ہونا ضروری قرار نہ دیا جائے تو تمام مذہبی بحثوں کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ ایک فعل کو سرانجام دیتے وقت کسی شخص کی کیا نیت تھی اسے صرف فاعل ہی جانتا ہے۔ قانون یہ فرض کرتا ہے کہ فاعل اپنے افعال کے عمومی اور قدرتی نتائج سے آگاہ ہوتا ہے۔ اگر ایک شخص دوسرے کو گولی مار کر اسے قتل کر دیتا ہے تو قانون یہ فرض کرے گا کہ یہ ایک انسان کا ارادی قتل تھا۔ اور اگر گولی چلانے والا یہ ظاہر کرنا چاہے کہ اس کا ارادہ مقتول کو قتل کرنے کا نہیں تھا تو اس کا بارِ ثبوت اس پر ہوگا۔ مذہبی بحثوں اور متنازعہ باتوں میں بھی اس اصول کا اطلاق ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے مذہب کے خلاف کوئی بات کہتا ہے تو قانون یہ فرض کرے گا کہ اس کا ارادہ دوسرے کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا تھا۔ بہرحال دیگر مہذب ممالک کی طرح پاکستان کا قانون بھی مذہبی بحثوں اور تبلیغ کی ممانعت نہیں کرتا۔ میرا خیال یہ کہ اگر قانون ان چیزوں پر زبان بندی کر دے تو ایسا کرنا ناممکن کو حاصل کرنا ہوگا یہ واضح رہے کہ دو مذاہب کے موازنہ میں ایسی باتیں کہی اور لکھی جائیں گی جو دوسرے مذہب کے پیروکاروں کے مذہبی جذبات کی توہین کے زمرے میں آئیں گی۔ لیکن پھر بھی دفعہ ۲۹۵۔اے میں درج شرائط پوری نہیں ہوں گی۔ یہ شرائط اس وقت پوری ہوں گی جب یہ ثابت ہو جائے کہ مذہبی عقائد کی توہین کا ارادہ دانستہ اور معاندانہ تھا۔

کتاب متذکرہ ایک بہت متنازعہ موضوع سے متعلق ہے جس سے مصنف کی تحقیق و تعلیم ظاہر ہوتی ہے۔ اس نے کتاب میں درج تمام دلائل مسلمان مصنفین کی کتب سے نقل کیے ہیں۔ جن میں سے بعض کتب اکثر مسلمانوں کے نزدیک مستند ہیں۔ کتاب کے زیرِ غور حصے لہجے کے اعتبار سے بقیہ کتاب کے عام لہجے سے مختلف ہیں۔ بہرحال مسٹر جرمی پر واضح کیا گیا ہے کہ کتاب مکمل طور پر غیر جارحانہ نہیں ہے۔ کتاب کے وہ حصے جن کے جارحانہ ہونے کی بنچ نے نشاندہی کی ہے کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ پنجاب ریلیجنس بک سوسائٹی لاہور جس کے بورڈ کے چیئر مین بشپ آف لاہور ہیں کی جانب سے دی جانے والی ضمانتوں کا احترام کیا جائے گا۔ میں نے کتاب میں پائے جانے والے قابل اعتراض حصوں کو نقل نہیں کیا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میں بالواسطہ طور پر ان مسلمانوں کو ناراض کرنے کا سبب بنوں جنہوں نے ابھی یہ کتاب نہیں پڑھی۔ لیکن شائد وہ یہ فیصلہ پڑھیں گے۔ لیکن معاملہ کو کسی قسم کی غلطی سے پاک کرنے کے لیے میں

قابل اعتراض حصوں کے صفحات کا ذکر کر دیتا ہوں۔ صفحات ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۴۷، ۲۷۳، ۲۷۴، ۳۴۱، ۳۷۶، ۳۷۹ اور صفحہ نمبر ۴۷۵۔ مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں میں درخواست منظور کرتا ہوں اور صوبائی حکومت کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ درخواست گزار کو مبلغ ۳۰۰/۰۰ روپے اخراجات کے ادا کرے۔ (۶۲۹)

(تلخیص) عدالتی فیصلہ ڈھاکہ ہائی کورٹ: (PLD 1962 Dacca 487)
Okil Ali and others Versus Behari Lal O Paul

اس مقدمہ کا فیصلہ ڈھاکہ ہائی کورٹ کے جسٹس باقر نے ۱۴ ر مئی ۱۹۶۰ء کو سنایا۔

ایڈیشنل سیشن جج سلہٹ نے درخواست کنندگان کی طرف سے اپیل پر مجسٹریٹ درجہ اول کی طرف سے دی جانے والی سزا چھ ماہ قید سخت اور دوسو روپے جرمانہ کو کم کر کے تین ماہ قید سخت میں تبدیل کر دیا تھا۔ سیشن جج کے فیصلہ کے خلاف ڈھاکہ ہائی کورٹ میں نگرانی دائر کی گئی۔

عقیل پور کے ہندوؤں کی ایک عبادت گاہ تھی جہاں ان کا مقدس درخت (Kadam Tree) اور قربان گاہ تھی۔ ۱۶ ر نومبر ۱۹۵۹ء کو عقیل علی وغیرہ نے درخت کاٹ دیا اور قربان گاہ کو تباہ کر دیا۔ بہاری لال پال نے اس موقع پر احتجاج کیا۔ اس سے ہندوؤں کے جذبات مجروح ہوئے۔

درخواست دہندگان نے اپنے دفاع میں کہا کہ عبادت گاہ کی جگہ متنازعہ ہے۔ عقیل علی نے اسے احمد اللہ سے خریدا ہے۔ بہاری لال وغیرہ جب اس جگہ کو احمد اللہ سے خریدنے میں ناکام رہے تو انہوں نے عقیل علی پر جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ متنازعہ جگہ سرکاری نقشوں میں عبادت گاہ کے طور پر نہیں بلکہ یہ زرعی زمین ہے۔

دفعہ ۲۹۵ پینل کوڈ، کسی طبقہ کی طرف سے مقدس قرار دی گئی کسی چیز یا عبادت گاہ کی بے حرمتی کے بارے میں ہے۔ میرے نزدیک یہ دفعہ اس بات کا مطالبہ نہیں کرتی کہ جگہ کے قبضہ یا ملکیت کے بارے میں تفتیش کی جائے جیسا کہ درخواست کنندگان کے فاضل وکیل نے اپنے دلائل میں زور دیا ہے۔ عدالت نے عبادت گاہ کی جگہ کی قانونی حیثیت کا تعین کرنے کی بجائے صرف اس بات پر اپنی توجہ مرکوز رکھی کہ دفعہ ۲۹۵ کے تحت عبادت گاہ کی توہین ہوئی ہے۔

عقیل علی کے وکیل مسٹر اے۔ ڈبلیو چوہدری نے ایک مقدمہ (Bechan and

(Air 1941 Pat. 492) others V. Emperor) کا حوالہ دیا جس میں عدالت نے قرار دیا تھا کہ کسی زرعی زمین پر ایک مزارع کے بنے ہوئے جھونپڑے کو زمیندار کی اجازت کے بغیر بطور مسجد استعمال کرنا دفعہ ۲۹۵ کے تحت اس جھونپڑے کو عبادت گاہ کی حیثیت نہیں دے گا۔ جھونپڑا عوامی مسجد میں تبدیل نہیں ہو جائے گا۔ اور نہ ہی اس جھونپڑے کو دفعہ ۲۹۵ کے تحت کسی طبقہ کی طرف سے مقدس چیز قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ اس جھونپڑے کو مسجد میں تبدیل کرنے کی کوشش از خود خلاف قانون ہے لہٰذا جھونپڑے کو گرا دینا دفعہ ۲۹۵ کے تحت جرم نہیں بن سکتا۔

اس مقدمہ میں زمیندار جھونپڑے کو مزارع سے خالی کرانا چاہتا تھا کیونکہ اسے یہ جگہ زرعی مقاصد کے لیے دی گئی تھی۔ مزید یہ کہ اس مقدمہ میں مسجد کو اس طرح سے مقدس چیز کے طور پر نہیں لیا گیا تھا جیسے کہ ہندو مندر کو۔

ماتحت عدالت نے پہلے ہی سزا میں تخفیف برتی ہے۔ ان حالات میں سزا میں مزید تخفیف نہیں ہوسکتی۔ نگرانی خارج کی جاتی ہے۔(۶۳۰)

تلخیص عدالتی فیصلہ لاہور ہائی کورٹ: PLD 1962 Lahore 850

Mohammad Khalil ..... Petitioner Versus the State .... Respondent

اس مقدمہ کی سماعت لاہور ہائی کورٹ کے ایک فل بینچ نے کی جو چیف جسٹس ایم آر کیانی، جسٹس شبیر احمد اور جسٹس عبدالعزیز خان پر مشتمل تھا۔ مقدمہ کا فیصلہ چیف جسٹس ایم آر کیانی نے لکھا۔

شیخ محمد خلیل پریمیئر بک ہاؤس کچہری روڈ لاہور نے حکومت مغربی پاکستان کے حکم مورخہ ۴؍جنوری ۱۹۶۰ء کو ختم کرنے کی درخواست دی تھی جس کے تحت درخواست گزار کی طرف سے شائع کردہ کتاب

"Development of Muslim Theology, Jurispurdence and Constitutional Theory"

کو ضبط کر لیا گیا تھا۔ اس کتاب کے مصنف کا نام (Duncan B. Macdonald) تھا یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۰۳ء میں اور بعد میں ۱۹۶۰ء میں امریکہ میں شائع ہوئی تھی۔ یہ ایک تحقیقی کتاب تھی جسے پنجاب یونیورسٹی نے ایم اے اسلامیات کے نصاب میں تجویز کیا تھا۔

حکومت نے اس کتاب کو ضبط کرنے کی وجوہ میں لکھا کہ متذکرہ کتاب سے پاکستانی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان دشمنی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اس کتاب کو دانستہ طور پر معاندانہ نیت سے لکھا گیا ہے اور اس میں بالعموم تمام مسلمانوں اور بالخصوص پاکستانی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے مذہبی جذبات کو مجروح اور ان کی توہین کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۱۵۳۔اے اور ۲۹۵۔اے کے تحت ایسا مواد شائع کرنا مستوجب سزا ہے۔ اس کتاب میں نبی اسلام ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ کا ہار گم ہونے کا واقعہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کے عہد میں شہادت عثمانؓ کے مسئلہ پر خانہ جنگی بعض قرآنی آیات کے احکام میں پایا جانے والا بظاہر تناقض عرب قوم اور صوفیاء کے بارے بحثوں کے علاوہ مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کے طرز حکمرانی کے متعلق مصنف نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو مطلق العنان بادشاہ (Absolute Monarch) اور اس عہد کو خالص موقع پرستی کا دور (The System was one opportunism) کہا ہے عدالت نے کتاب کے قابل اعتراض حصوں کی اصلاح اور درستی کرنے کو کہا ہے۔ عدالت نے قرار دیا کہ مذکورہ کتاب ایک تحقیقی کتاب ہے اور اس میں شائع شدہ مواد پاکستان کوڈ کی دفعہ ۱۵۳۔اے اور دفعہ ۲۹۵۔اے کی زد میں نہیں آتا۔ عدالت نے حکومت کی طرف سے اس کتاب کی ضبطی کے حکم کو ختم کر دیا۔(۲۳۱)

تلخیص عدالتی فیصلہ لاہور ہائی کورٹ: PLD 1978 Lahore 1082

Major General Fazal-i-Raziq, Chairman WAPDA, Lahore Versus .... Petitioner Ch. Riaz Ahmed and other.... Respondent

جسٹس محمد صدیق فیصلہ مورخہ ۱۹/دسمبر ۱۹۷۷ء:

درخواست گزار میجر جنرل فضل رازق چیئرمین واپڈا لاہور نے ۱۸/جون ۱۹۷۷ء کو واپڈا آڈیٹوریم لاہور میں واپڈا کے افسروں سے خطاب میں حقوق العباد کی ادائیگی، حلال رزق کمانے اور تربیلا ڈیم کو جلد از جلد مکمل کرنے پر زور دیا۔ کچھ لوگوں کے نزدیک چیئرمین کی قابل اعتراض تقریر سے ان کے مذہبی جذبات مجروح ہوئے۔ جس کے متعلق روزنامہ مغربی پاکستان کی ۲۲/جون ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں خبر شائع ہوئی لیکن اگلے روز اس خبر کی تردید شائع کی گئی۔ روزنامہ نوائے

وقت لاہور کی اشاعت ۱۴/جولائی ۱۹۷۷ء میں چیئرمین کا انٹرویو شائع ہوا جس میں الزامات کی تردید کی گئی۔ ریاض احمد واپڈا ہاؤس لاہور میں آفس سپرنٹنڈنٹ اور واپڈا لیبر یونین کا صدر تھا۔ جسے بعد میں ۵/جولائی ۱۹۷۷ء کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا تھا۔ ریاض احمد نے ہفت روزہ ''اسلامی جمہوریہ'' میں چیئرمین واپڈا کے خلاف خطوط شائع کروائے۔ ۲/اگست ۱۹۷۷ء کو ریاض احمد نے دفعہ ۲۹۵۔اے کے تحت میجر جنرل فضل رازق چیئرمین واپڈا کے خلاف علاقہ مجسٹریٹ سول لائنز لاہور میں درخواست دائر کی۔ لیکن لاہور ہائی کورٹ نے درخواست گزار میجر جنرل فضل رازق چیئرمین واپڈا کے دلائل تسلیم کرتے ہوئے علاقہ مجسٹریٹ سول لائنز لاہور کی عدالت میں مقدمہ ہذا کو ختم (Quash) کرنے کا حکم سنایا کہ ریاض احمد نے علاقہ مجسٹریٹ کی عدالت میں درخواست گزار کے خلاف جو مقدمہ دائر کیا ہے وہ فنی اعتبار سے غیر قانونی ہے۔ درخواست گزار کے خلاف مقدمہ دائر کرنے سے قبل متعلقہ اتھارٹی سے اجازت نہیں لی گئی۔(۶۳۲)

امہات المؤمنین اہل بیت خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کی توہین پر سزا۔ دفعہ ۲۹۸۔اے کا اضافہ:

قیام پاکستان کے تقریباً ۳۳ برس کے بعد پاکستان پینل کوڈ میں پیغمبر اسلام ﷺ کے حوالے سے توہین پر سزا سے متعلق کئی نئی دفعات کا اضافہ کیا گیا۔ پینل کوڈ میں ۱۹۸۰ء میں آرڈیننس ایکس ایل آئی وی کی دفعہ ۲۹۸۔اے شامل کی گئی جس کے تحت پیغمبر اسلام ﷺ کی کسی بیوی (ام المؤمنین) اہل بیت یا خلفاء راشدین یا صحابہ کرامؓ پر زبانی یا تحریری یا ظاہری اشاروں سے بالواسطہ یا بلا واسطہ اتہام طعن زنی یا در پردہ تعریض سے توہین و بے حرمتی کرنے پر زیادہ سے زیادہ تین برس تک قید محض یا جرمانہ یا دونوں سزائیں بیک وقت دی جا سکیں گی۔

دفعہ ۲۹۸۔اے کے الفاظ یہ ہیں:

"Whoever by words, either spoken or written or by visible representation, or by any imputation, innuendo or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of any wife (Ummul-Mumudeen), or members of the family (Ahle-Bait), of the Holy Prophet (peace be upon him), or any ot the righteous Caliphs (Khulafa Raashideen) or

Companions (Sahaaba)of the Holy Prophet (peace be upon him) shall be punished with imprisonment of either descripton for a term which may extend to three years, or with fine, or with both."

قرآن مجید کی بے حرمتی پر عمر قید:

۱۹۸۲ء میں ایک اور صدارتی آرڈیننس (1 of 1982 dated 18/3/1982) کے تحت پاکستان پینل کوڈ میں دفعہ ۲۹۵۔بی کا اضافہ کیا گیا۔ جس کے تحت قرآن مجید یا اس میں سے کسی اقتباس کی دانستہ طور پر بے حرمتی کرنے نقصان پہنچانے یا اسے کسی معیوب یا کسی غیر قانونی مقصد کے لیے استعمال کرنے والے کو عمر قید کی سزا مقرر کی گئی۔

دفعہ ۲۹۵بی کے الفاظ یوں ہیں:

"Whoever wilfully defiles, damages or desecrates a copy of the Holy Quran or of an extract there- from or uses it in any derogatory manner or for any unlawful purpose shall be punishable with imprisonment for life." (634)

(تلخیص) عبید اللہ کیس۔ سپریم کورٹ آف پاکستان:

(1991 S.C.M.R. 1734)

۶/اپریل ۱۹۸۲ء کو عبید اللہ پر الزام لگایا گیا کہ اس نے نماز مترجم کی ایک کتاب کو پاؤں تلے روندا ہے۔ اس نے انکار کیا اور کہا کچھ نامعلوم افراد نے اس کی جیب میں نماز مترجم ڈال کر اسے پیٹنا شروع کر دیا۔ بعد میں مجھ پر نماز مترجم نامی مقدس کتاب کی توہین کا الزام لگا دیا۔ عبید اللہ پر ایڈیشنل سیشن جج بہاولپور کی عدالت میں پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵۔ا و بی کے تحت مقدمہ چلایا گیا اور لاہور ہائی کورٹ بہاولپور بینچ نے عبید اللہ کی اپیل خارج کر دی۔ سپریم کورٹ نے عبید اللہ کو بری کر دیا کہ وہ ایک ان پڑھ شخص ہے اور نماز مترجم اپنے پاس رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور جو بھی توہین ہوئی ہے اس میں عبید اللہ کا کوئی ارادہ بد نہیں پایا جاتا۔ (۶۳۵)

(تلخیص) عدالتی فیصلہ۔ کراچی ہائی کورٹ: PLD 1988 (Karachi 305)

M.M.K.A. Zia, Versus The Director General, FIA

درخواست گزار ایم ایم کے اے ضیاء نے تاج کمپنی کے گودام میں موجود ایسے قرآن مجید

کی جلدوں کی تلاش میں ایف آئی اے کی مدد کی تھی جن جلدوں میں قابل اعتراض تصاویر پائی گئی تھیں۔ درخواست گزار کا خیال تھا کہ ایف آئی اے کے ڈائریکٹر جنرل کو چاہیے تھا کہ وہ اس کیس کو مزید آگے بڑھاتا۔ کارروائی کے دوران یہ ظاہر ہوا کہ ۱۹۸۵ء میں تاج کمپنی نے اٹلی کی ایک فرم کو ۱۲۵۰۰ کی تعداد میں قرآن مجید کی چھپوائی کا آرڈر دیا۔ بہرحال ان قرآن مجید کی جلد بندی اٹلی میں ہوئی جہاں پرانے آرٹ رسالوں کے صفحات قرآن مجید کی جلدوں میں رکھ دیئے گئے۔ ان صفحات میں سے بعض پر عریاں تصاویر تھیں۔ تاج کمپنی نے اس فرم کے مزید آرڈر منسوخ کر دیئے اور اسے سخت الفاظ میں ایک خط لکھا۔ عدالت نے قرار دیا کہ تاج کمپنی کی جانب سے کوئی دانستہ غلطی نہیں ہوئی۔ لہٰذا کیس کو (Dismiss) کر دیا گیا۔ (۶۳۶)

رسول اکرم ﷺ کی زوجات اہل بیت اور صحابہؓ کے القابات استعمال کرنے کی ممانعت:

۱۹۸۴ء میں آرڈیننس (XX) کے تحت پاکستان پینل کوڈ میں دفعہ ۲۹۸۔بی شامل کی گئی۔ اس دفعہ کی رو سے قادیانیوں اور لاہوری احمدیوں کو نبی اکرم ﷺ کی زوجاتؓ مطہرات، اہل بیتؓ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے علاوہ کسی اور کو ''امیر المؤمنین''، ''خلیفۃ المسلمین''، ''صحابی''، رضی اللہ عنہ، ''ام المؤمنین''، ''اہل بیت'' کہنا اور اپنی عبادت گاہوں کو ''مسجد'' کے نام سے پکارنے کی ممانعت کر دی گئی۔ اور ایسا کرنے پر تین سال تک قید محض اور جرمانہ کی سزا نافذ کی گئی۔

پاکستان پینل کوڈ میں دفعہ ۲۹۸۔بی کی عبارت اس طرح سے ہے۔

298-B .. (1) Any person of the Qadiani Group or the Lahori Group (hwo call themselves 'Ahmadis' or by other name) who by words, either spoken or written, or by visible representation,

(a) refers to, or addresses, any person, other than a Caliph or Companion of the Holy Prophet Mohammad (peace be upon him) as "Ameer-ul-Muhineen", "Khalifa-tul-Mumineen", "Khalifa-tul-Muslimeen", "Sahaabi" or "Razi Allah anho":

(b) refers to, or addresses, any person, other than a wife of the Holy Prophet Mohammad (peace be upon him), as "Ummul-Mumineen":

(c) refers to, or addresses, any person, other than a member of the family (Ahle-bait) of the Holy Prophet Mohammad (peace be upon him), as "Ahle-bait"; or

(d) refers to, or names, or calls, his place of worship as "Masjid":

shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years, and shall also be liable to fine. (637)

رسول پاک ﷺ کی توہین پر موت یا عمر قید کی سزا:

۱۹۸۶ء کریمنل لاء (ترمیمی) ایکٹ (iii) مجریہ ۱۹۸۶ء کے تحت پاکستان پینل کوڈ میں نہایت اہم ترمیم کر کے ایک نئی دفعہ ۲۹۵۔سی کا اضافہ کیا گیا۔ پاکستان میں اب تک مذہب سے متعلق جن جرائم پر سزا دی جاتی تھی ان میں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی توہین و گستاخی کا جرم شامل نہیں تھا۔ دفعہ ۲۹۵۔سی کے تحت ایسے شخص کو سزائے موت یا عمر قید کی سزا اور جرمانہ کا مستوجب قرار دیا گیا جو زبانی تحریری یا اعلانیہ یا اشارۃ کنایۃ براہ راست یا بالواسطہ نبی اکرم ﷺ پر بہتان تراشی کرے اور رسول اکرم ﷺ کے نام مبارک کی بے حرمتی کا ارتکاب کرے۔ اس نئی دفعہ کے تحت عدالت کو صوابدیدی اختیار حاصل تھا کہ وہ توہین رسالت کے مجرم کو موت یا عمر قید ان دونوں میں سے کوئی ایک سزا کا حکم سنا دے۔

"295-C: use of derogatory remarks in respect of the Holy Prophet .. Whoever by words, either spoken or written, or by visible representation, or by any imputation, innuendo, or insinuation, directly or indirectly, defiles te sacred name of the Holy Prophet Mohammad (peace be upon him) shall be punished with death, or imprisonment for life and shall also be liable to fine". (638)

(تلخیص) عدالتی فیصلہ۔کراچی ہائی کورٹ: PLF 1989 C.R.C.Karachi 314

Mirza Mubarik Ahmad Nusrat Versus The State

فیصلہ جسٹس امام علی جی قاضی نے لکھا:

درخواست گزار مبارک احمد نصرت جو کہ احمدی ہے کے خلاف پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵سی اور دفعہ ۲۹۸ کے تحت سیشن کورٹ سانگھڑ میں مقدمہ چل رہا ہے۔صوبائی کنوینر مجلس عمل ختم نبوت سندھ غلام احمد میاں ہمدانی نے کہا کہ اسے ۹نومبر ۱۹۸۸ء کوایک رجسٹرڈ خط ملا جس میں ایک کتابچہ مباھلہ تھا جس میں مرزا طاہر احمد نے چیلنج کیا تھا۔خط کے آغاز میں لکھا تھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلٰی عبدہ المسیح الموعود

اس خط پر خاکسار مرزا مبارک احمد نصرت کے دستخط تھے۔اس خط میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا گیا ہے۔ جب کہ غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار پاکستان کے قانون کے تحت کافر ہیں۔مرزا مبارک احمد نے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج کر اور ایک کافر پر درود بھیج کر جرم کیا اور نبی اکرم ﷺ کی اہانت کی ہے جو پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵۔سی کے تحت جرم ہے۔اس نے

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلٰی عبدہ المسیح الموعود"

لکھ کر اور مرزا احمد کے چیلنج مباھلہ کو بھیجنے سے اس نے خود کو مسلمان ظاہر کیا ہے اور میرے مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے خلاف توہین آمیز ریمارکس کو پاکستان پینل کوڈ میں پہلی مرتبہ ۱۹۸۶ء میں قابل تعزیر قرار دیا گیا۔ میں نے ۲۹۵۔سی کو پڑھا ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دفعہ کے تحت جرم اسی صورت میں واقع ہوگا جب ایک شخص زبانی تحریری یا ظاہری اشاروں سے براہ راست یا بالواسطہ نبی اکرم ﷺ کے مقدس نام کی توہین بے حرمتی اور طعن کرے اس کیس میں الزام یہ ہے کہ درخواست گزار جو کہ عقیدہ کے اعتبار سے احمدی ہے، نے ایک مسلمان (شکایت کنندہ) کو مخاطب کرتے ہوئے خط میں نبی اکرم ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرنے کے لیے عربی زبان

کے بعض جملے استعمال کیے ہیں۔

ہمارے پینل لاء کا ایک واضح اصول ''mens rea'' یعنی مجرمانہ ارادہ، مجرمانہ ذہن برا ارادہ یا عمل کے غلط ہونے کا علم ہے یہ کسی بھی جرم کے لئے لازمی شرط ہے مندرجہ بالا عربی جملوں سے نبی اکرم ﷺ کے نام کی توہین نہیں ہوئی۔ انصاف کے مقاصد کے حصول کے لیے یہ ضروری ہے کہ بھاری ضمانت طلب کی جائے۔ درخواست گزار کو ۲ لاکھ روپے کی ضمانت پر رہا کیا جاتا ہے۔(۶۳۹)

حوالہ جات

۵۸۷۔ ہفت روزہ تکبیر کراچی ۸/ مارچ ۱۹۸۹ء۔

۵۸۸۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۹/دسمبر ۱۹۹۳ء

۵۸۹۔ روزنامہ جسارت کراچی، ۱۴/دسمبر ۱۹۹۳ء

۵۹۰۔ روزنامہ خبریں، ۵۲/نومبر ۱۹۹۳ء

۵۹۱۔ Daily "The Nation" Lahore 13-12-1994

۵۹۲۔ اپریل ۱۹۹۶ء

۵۹۳۔ Daily "Dawn" Karachi. 22-7-1994

۵۹۴۔ روزنامہ جسارت کراچی، ۱۷/جولائی ۱۹۹۴ء

۵۹۵۔ Daily "The Nation" Lahore. 28-11-1994

۵۹۶۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۷/اگست ۱۹۹۴ء

۵۹۷۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۸/جنوری ۱۹۹۵ء

۵۹۸۔ روزنامہ جسارت کراچی، ۱۷/دسمبر ۱۹۹۴ء

۵۹۹۔ روزنامہ جنگ لاہور، ۲۰/اکتوبر ۱۹۸۶ء

۶۰۰۔ روزنامہ جسارت کراچی، ۲۲/دسمبر ۱۹۹۱ء

۶۰۱۔ ۲۲/اپریل ۱۹۹۲ء روزنامہ نوائے وقت لاہور۔

۶۰۲۔ ۲۲/جولائی ۱۹۹۵ء روزنامہ نوائے وقت لاہور۔

۶۱۳۔ The Pakistan Penal Code XLV of 1860 by Mohammad Mazher Hussain Niazi A PLD Church road Lahore 1981, pae 1.

☆الضرر یزال ☆ ضرر (نقصان) کا ازالہ کیا جائے گا☆

۶۱۴۔ PPC Section 295.

۶۱۵۔ PPC Section 295-A

۶۱۶۔ PPC Page 271, PLD 1960 Lahore 635.

۶۱۷۔ ظفر اقبال نگینہ، غازی علم دین شہید، ص: ۴۲۔

۶۱۸۔ PLD 1960 Lahore 635.

۶۱۹۔ PPC Page 27.

۶۲۰۔ AIR 1927 All 654.

۶۲۱۔ PPC Page 271.

۶۲۲۔ ظفر اقبال نگینہ، غازی علم دین شہید، ص ۴۲۔

۶۲۳۔ حوالہ بالا صفحات ۳۰، ۳۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۵۵ اور ۵۸۔

۶۲۴۔ Shib Sharma V. Emperor AIR 1941 Quth 310

۶۲۵۔ LLoyd, Lord, Introduction to Jurisprudence, London Stevens and Sons 1979 4th Ed. Page 815.

۶۲۶۔ حوالہ بالا Page 821

۶۲۷۔ Cross, Rupert, Precedent in English Law, Clarendon Press Oxford 1979. 3rd Ed. Page 29.

۶۲۸۔ PLD 1954 Lahore 724.

۶۲۹۔ PLD 1960 (W.P) Lahore 629

۶۳۰۔ PLD 1962 Dacea 487

۶۳۱۔ PLD 1962 Lahore 850

۶۳۲۔ PLD 1978 Lahore 1082

۶۳۳۔ PPC Section 298 A

۶۳۴۔ PPC Section 295 B

۶۳۵۔ 1991 SCMR 1734

۶۳۶۔ PLD 1988 Karachi 305

۶۳۷۔ PPC Section 298 B

۶۳۸۔ PPC Section 295 C

۶۳۹۔ PLJ 1989 C.R.C. Karachi 314